تقریر

تقریر بابت اللہ تعالیٰ
وقت 5-7منٹ

وَلِلّٰهِ الْاَسْمَآءُ الْحُسْنٰى فَادْعُوْهُ بِهَا

اللہ کی سَو رحمتیں اَور ایک حصّہ رحم کا مخلوق کے لئے

(حصہ دوم)

(تقریر نمبر5)

اللہ تعالیٰ قرآن کریم میں فرماتا ہے کہ

هُوَ اللّٰهُ الَّذِيْ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ ۚ عٰلِمُ الْغَيْبِ وَالشَّهَادَةِ ۚ هُوَ الرَّحْمٰنُ الرَّحِيْمُ (الحشر:23)

یعنی وہی اللہ ہے جس کے سوا اَور کوئی معبود نہیں۔ غیب کا جاننے والا ہے اور حاضر کا بھی۔ وہی ہے جو بِن مانگے دینے والا، بے انتہا رحم کرنے والا اور بار بار رحم کرنے والا ہے۔

ہے عجب جلوہ تری قدرت کا پیارے ہر طرف
جس طرف دیکھیں وہی رہ ہے ترے دیدار کا

(درثمین)

سامعین! آج میری تقریر کا عنوان اِس میں بیان آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد ہے۔ کہ اللہ تعالیٰ نے رحمت کے سَو (100) حصّے بنائے ہیں جن میں سے اُس نے ننانوے (99) حصّے اپنے پاس رکھ لئے اور ایک حصّہ زمین پر نازل کیا۔ ساری مخلوق جو ایک دوسرے پر رحم کرتی ہے یہ اُسی ایک حصّے کی وجہ سے ہے، یہاں تک کہ گھوڑا جو اپنے بچے کے اُوپر سے اپنا پاؤں اُٹھاتا ہے کہ کہیں اُسے تکلیف نہ پہنچے وہ بھی اسی ایک حصّے کے باعث ہے۔

(صحیح بخاری کتاب: الادب، باب: جعل اللہ الرحمة مئة جزئ)

یہی حدیث صحیح مسلم اور ترمذی میں کچھ اِس طرح بیان ہوئی ہے کہ

حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ تعالیٰ کے پاس سَو رحمتیں ہیں اُس نے اُن میں سے ایک رحمت جن، انس، حیوانات اور حشراتُ الارض کے درمیان نازل کی ہے جس کی وجہ سے وہ ایک دوسرے پر شفقت ورحم کرتے ہیں اور اُسی سے وحشی جانور اپنے بچوں سے محبت کرتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے ننانوے رحمتیں (اپنے پاس) محفوظ رکھی ہیں، جن کے سبب قیامت کے دن وہ اپنے بندوں پر رحم فرمائے گا۔

(مسلم کتاب التوبة، باب: فی سعة رحمة اللہ تعالی، ترمذی، کتاب الدعوات باب: خَلَقَ اللہُ مِائَةَ رحمة)

سامعین! یہ اللہ تعالیٰ کی ہی ذات ہے جس کی رحمت کا کوئی حساب نہیں۔ اُس نے رحمت کے سَو حصّے کئے۔ ننانوے حصّے اپنے لئے رکھے اور صرف ایک حصّہ جنّ وِانس، جانوروں اور حشراتُ الارض کے لئے مخصوص کیا۔ ننانوے حصّے کون سے ہیں، اُن کی تفصیل کیا ہے اور اُن کو کن ناموں سے پکارا گیا ہے۔ اِس کی تفصیل نہیں مل سکی تاہم قرآن کریم میں رحمت سے متعلق دو صفات الرَّحْمٰنُ اور الرَّحِيْم ملتی ہیں۔ الرَّحْمٰنُ صفَت کے تحت ایسی نعمتیں مراد لی جاتی ہیں جو اللہ تعالیٰ نے مخلوق کو بغیر مانگے دی ہیں اور الرَّحِيْم صفَت کے تحت وہ نعمتیں مراد ہیں جو اُسے اللہ سے مانگنے کے بعد ملتی ہیں۔ اس میں رحم کا دوسرا پہلو یہ ہے کہ انسان جو مانگتا ہے اُسے وہ ہر وقت ملتا نہیں بلکہ اللہ تعالیٰ مانگنے والے کے لئے جو بہتر جانتا ہے وہ دیتا ہے۔ یہ بعینہٖ ایسے ہی ہے جیسے بچہ جلتے ہوئے کوئلے کو طلب کرے مگر ماں رحم کے پیشِ نظر اُسے ہاتھ نہیں

لگانے دیتیں۔ جہاں تک اللہ کی سَو رحمتوں میں سے ننانوے حصّوں کا اُس کی ذات کی طرف منسوب ہونے کا تعلق ہے گو اُس کی تفصیل نہیں ملتی تاہم اللہ تعالیٰ کی احادیث میں بیان ننانوے صفات پر اگر باریک بینی اور گہرائی سے غور کریں تو قریباً ہر صفت کا تعلق کسی نہ کسی رنگ میں رحم سے جا ملتا ہے۔ شاید اِسی بناء پر رحم کے ننانوے حصّے اللہ تبارک وتعالیٰ نے اپنے لئے رکھے ہیں۔

اللہ تعالیٰ کی رحمت کا ذکر اللہ تبارک تعالیٰ نے قرآن کریم میں 325 بار کے قریب کیا ہے۔ جس سے معلوم ہوتا ہے کہ اللہ کی رحمت بہت وسیع ہے۔ ان میں سے ایک کا ذکر سورۃ الفتح آیت 30 میں کیا ہے کہ محمد رسول اللہ اَور وہ لوگ جو اُس کے ساتھ ہیں کفّار کے مقابل پر بہت سخت ہیں اور آپس میں بے انتہا رَحم کرنے والے۔ آج مجھے رَحم کے اُسی حصّہ پر گفتگو کرنی ہے جس کا ذکر اوپر سورۃ الفتح آیت 30 میں ہوا ہے اور جو اُس نے اپنی مخلوق کے لئے رکھا ہے حتّٰی کہ حیوان اور پرندے بھی اپنے بچوں پر اتنی شفقت کرتے ہیں کہ ان کو بچانے کے لئے اپنی جان خطرے میں ڈال دیتے ہیں تو اس خالق کی رحمت کس قدر بے پایاں ہو گی؟ اس کا تو اندازہ بھی نہیں کیا جا سکتا۔ رحمت کے سَو حصّے ذکر کرنے کا مقصد اللہ کی رحمت کے بے انتہا وسیع ہونے کا تصوّر دینا ہے۔ یہی رحم کا جذبہ ہے جو اس نے ہر جاندار کے اندر رکھا ہے۔ اسی رحم کی صفَت کی وجہ سے وہ ایک دوسرے سے نرمی اور شفقت سے پیش آتے ہیں۔ اگر رحم کی صفَت انسان میں نہ ہوتی تو ایک ماں جو نو ماہ تک حمل کو اٹھائے رکھتی ہے پھر ولادت کی تکلیف کو بھی برداشت کرنے کے لئے تیار ہو جاتی ہے، کیونکہ جیسے ہی ایک ماں اپنے آنکھوں سے بچے کو دیکھتی ہے اور رحم کے اسی جذبے کے تحت وہ تمام گزری ہوئی تکلیفیں بھول جاتی ہے محبت وشفقت سے اُسے چومنے لگتی ہے اسی لئے خاص طور پر اللہ تعالیٰ نے انسانوں کو اپنے والدین کے لیے رحم کی دعا کرنے کا کہا ہے۔

بعض دفعہ کچھ لوگ غضب میں آکر اللہ کے حدود کو پار بھی کر جاتے ہیں اور جو رحم اللہ نے انسان کی فطرت میں ڈالا ہے اس فطرت سے بغاوت کرتے ہوئے انسانوں کی اکثریت انسانوں کے ساتھ بے رحمی سے پیش آنے لگتے ہیں جیسے کبھی کسی کا قتل کرنا، کسی پر ظلم وبربریّت کا پہاڑ توڑنا، معاشرے میں کمزور لوگوں کے ساتھ بدسلوکی کرنا ان کا عام شیوہ ہوتا ہے جبکہ شریعت نے اس طرح کی باتوں سے منع کیا ہے۔

ایک انسان میں اللہ نے کس قدر رحم رکھا ہے اس کا اندازہ اس واقعہ سے لگا سکتے ہیں۔

حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں کچھ قیدی لائے گئے اور قیدیوں میں سے ایک عورت کسی کو تلاش کر رہی تھی۔ اُس نے قیدیوں میں اپنے بچے کو پایا۔ اُس نے اسے اٹھا کر اپنے پیٹ سے لگایا اور اُسے دودھ پلانا شروع کر دیا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں فرمایا۔ تمہارا کیا خیال ہے کہ یہ عورت اپنے بچہ کو آگ میں ڈال دے گی؟ ہم نے عرض کیا۔ اللہ کی قسم! جہاں تک اس کی قدرت ہوئی ہے اُسے نہیں پھینکے گی تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ **اس عورت کے اپنے بچہ پر رحم کرنے سے زیادہ اللہ اپنے بندوں پر رحم فرمانے والا ہے۔**

(صحیح مسلم حدیث نمبر 2754)

لکھا ہے کہ دو عورتیں ایک بچے کی دعویدار تھیں۔ وہ دونوں کہہ رہی تھیں کہ یہ بچہ میرا ہے۔ معاملہ ایک قاضی کے پاس لایا گیا۔ جب قاضی نے دونوں خواتین کی ضدّ دیکھی اور ان میں سے کوئی بچے کی ملکیّت سے دستبردار ہونے کو تیار نہ تھی تو قاضی نے بچے کو آدھا آدھا کرنے کے لیے جب چھری منگوائی تو بچے کی حقیقی ماں فوراً بول اُٹھی کہ قاضی صاحب! بچے کو آدھا آدھا نہ کریں۔ اِسے دوسری خاتون کو دے دیں۔ یہ اُسی رَحم کا حصّہ ہے جو مخلوق کے دیا گیا تھا۔

اللہ تعالیٰ جب اپنی مخلوق سے اپنی صفات رحمانیّت اور رحیمیّت کے تحت سلوک فرماتا ہے تو یہ کس طرح ہو سکتا تھا کہ وہ ذات جس کا اوڑھنا بچھونا، جس کی ہر حرکت وسکون اللہ تعالیٰ کی رضا حاصل کرنا تھی، اللہ تعالیٰ کی مخلوق کے لئے وہی سلوک روا نہ رکھتی جو خدا تعالیٰ اپنے بندوں سے کرتا ہے۔ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کے اندر خدا تعالیٰ کی مخلوق کے لئے جو رحیمیّت، رحمانیّت کے جذبات تھے، اس جذبے کے تحت جو محبت موجزن تھی، اس کی شدّت اس قدر بڑھی ہوئی تھی کہ قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ نے اُسے ان الفاظ میں محفوظ فرما لیا کہ یقیناً تمہارے پاس تمہیں میں سے ایک رسول آیا ہے، اُسے بہت شاقّ گزرتا ہے جو تم تکلیف اٹھاتے ہو اور وہ تم پر بھلائی چاہتے ہوئے حریص رہتا ہے، مؤمنوں کے لئے بے حد مہربان اور بار بار رحم کرنے والا ہے۔

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں:

”اُس نے خدا سے انتہائی درجہ پر محبت کی اور انتہائی درجہ پر بنی نوع کی ہمدردی میں اُس کی جان گداز ہوئی۔“

(حقیقۃ الوحی، روحانی خزائن جلد 22 صفحہ 119)

سامعین! اسی رحم کا ایک حصّہ جانوروں کو اور کیڑوں مکوڑوں کو بھی عطاء کیا گیا ہے، جس رحم کی بنا پر شکار کرنے والا جانور خود دوسرے جانوروں کا شکار کر کے کھا تو لیتا ہے لیکن اپنے پیدا کئے ہوئے بچے کو کبھی چیر پھاڑ نہیں کرتا ہے اور اگر کبھی کوئی انسان یا جانور کسی جانور کے بچے کو تکلیف دیتا ہے تو تمام پرندے چیخنا شروع کر دیتے ہیں اور جانور اپنے بچے کو بچانے کی ہر ممکن کوشش کرتا ہے، یہ جانوروں اور پرندوں کے رحم کی سب سے بڑی دلیل ہے۔ ہم جانوروں میں ایک دوسرے پر رحم کی کئی مثالیں ٹی وی میں جانوروں پر بنی ڈاکیومینٹریز میں دیکھ سکتے ہیں۔

مجھے نیشنل جغرافک وائیلڈ (Animal Planet) چینلز دیکھنے کا بہت شوق رہتا ہے۔ مَیں نے بارہا دیکھا کہ ایک چھوٹا سا پرندہ اپنے بچوں یا انڈوں کی حفاظت کی خاطر بڑے سے بڑے جانور سے بھی ٹکر لے لیتا ہے۔ جیسے ایک پرندہ جو ندی، تالاب یا کسی پانی کے قریب زمین پر ہی جگہ بنا کر انڈے دیتا اور اُنہیں سینکتا ہے وہ دونوں میاں بیوی مگرمچھ پر ٹوٹ پڑے جب وہ اُن کے بچے کھانے کے لئے آیا۔ اِسی طرح ایک پرندے کو اپنے بچوں کے بچاؤ کی خاطر بہت بڑے سانپ پر حملہ کرتے دیکھا۔ یہ سب رحم کے اُس ایک حصّہ کی بدولت ہے جو مخلوق کے لئے مخصوص ہوا ہے۔ حدیث میں گھوڑی کی مثال دی ہے کہ گھوڑی اپنے بچے کو روندنے سے بچانے کے لیے اپنا سم اٹھا لیتی ہے۔ یہ مثال بتاتی ہے کہ شفقت کا اظہار صرف الفاظ سے نہیں ہوتا بلکہ ہمارے عمل سے بھی ہوتا ہے۔ اسی طرح انسان کو بھی چاہیے کہ وہ اپنے الفاظ، رویّے اور فیصلوں سے دوسروں کو تکلیف پہنچانے سے بچے۔

حضرت عبد اللہ سے روایت ہے کہ وہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ ہم جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ایک سفر میں تھے آپ صلی اللہ علیہ وسلم قضائے حاجت کے لئے تشریف لے گئے ہم نے ایک چڑیا دیکھی، جس کے دو بچے تھے ہم نے ان کے بچوں کو پکڑ لیا تو چڑیا زمین پر گر کر پر بچھانے لگی اتنے میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لے آئے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا اس کا بچہ پکڑ کر کس نے اس کو بے قرار کیا ہے؟ اس کا بچہ اس کو دے دو۔

(سنن ابی داؤد حدیث نمبر 2675)

اس سے اس پرندے کی رحمت و شفقت کا اندازہ لگائیں کہ وہ کس قدر اپنے بچوں کے لیے بے چین تھی اور اس نے خود کو زمین پر گرا کر اپنے پَر پھیلا دیے تھے۔

اللہ تعالیٰ کی صفات میں ایک صفت رحیم بھی ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

وَإِلَٰهُكُمْ إِلَٰهٌ وَاحِدٌ لَا إِلَٰهَ إِلَّا هُوَ الرَّحْمَٰنُ الرَّحِيمُ۔ (البقرہ:164)

تمہارا معبود تو ایک ہی معبود ہے اس کے سواء کوئی عبادت کے لائق نہیں وہ رحمن اور رحیم ہے۔

اللہ تعالیٰ کی رحمت بہت ہی زیادہ وسیع ہے اگر ایک انسان کو اللہ کی رحمت کے بارے میں علم ہو جائے تو بھی انسان جنت سے ناامید نہیں ہو گا۔ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ

"اگر مؤمن کو اللہ کی تیار کردہ سزاؤں کا علم ہو جائے تو کوئی بھی جنت کی امید ہی نہ کرے اور اگر کافر کو علم ہو جائے کہ اللہ کی رحمت کتنی کشادہ ہے تو کوئی بھی جنت سے مایوس ہی نہ ہو۔"

(صحیح مسلم 2755)

حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

"ہم دنیا میں اللہ تعالیٰ کی ساری مخلوق میں جو دیکھتے ہیں، بشمول انسان اور جو دوسری جاندار مخلوق ہے وہ صرف ایک حصّہ رحمت کا ہے جو وہ ایک دوسرے سے کرتے ہیں۔ مؤمن کا جنت سے نااُمید ہونے کا یہ مطلب نہیں ہے کہ مؤمن ہونے کے بعد انسان رحمانیّت سے محروم ہو جاتا ہے۔ فرمایا کہ مؤمن کو اللہ تعالیٰ کی گرفت اور سزا کے بارے میں معلوم ہو جائے تو جنت کی کوئی امید نہ رکھے۔ اور کافر جو ہے اس کو رحمت کا پتہ لگ جائے تو اس کو یہی امید رہے کہ مَیں جنت میں جاؤں گا۔ اگر یہی ہو کہ مؤمن کو کوئی امید نہ ہو تو پھر تو کوئی ایمان لانے کی جرأت نہ کرے۔ مطلب یہ ہے کہ مؤمن کیونکہ تقویٰ کی وجہ سے، باقی صفات کا علم ہونے کی وجہ سے ان کا بھی فہم وادراک رکھتا ہے اور اس میں بڑھ رہا ہوتا ہے اس لئے یہ خوف بھی ہوتا ہے کہ کسی غلط عمل کی وجہ سے اللہ تعالیٰ کی ناراضگی نہ حاصل کر لے، اس لئے ہمیشہ سیدھے راستے پر چلتا رہنے اور اللہ تعالیٰ کے انعامات کو حاصل کرنے کے لئے اللہ تعالیٰ سے دعائیں مانگتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے ہمیں وہ دعائیں بھی سکھا دی ہیں جو اس سے مانگنی چاہئیں تا کہ وہ جنتوں کا وارث بنتا چلا جائے۔ مثلاً سورۃ اعراف میں یہ دعا سکھائی ہے کہ رَبَّنَا ظَلَمْنَا أَنْفُسَنَا وَإِنْ لَّمْ تَغْفِرْ لَنَا وَتَرْحَمْنَا لَنَكُونَنَّ مِنَ الْخٰسِرِيْنَ (الاعراف:24) اے ہمارے رب! ہم نے اپنی جانوں پر ظلم کیا اور اگر تو ہم کو نہ بخشے گا اور ہم پر رحم نہ کرے گا تو ہم نقصان اٹھانے والوں میں سے ہو جائیں گے۔ پس حقیقی مؤمن وہی ہے جو

اللہ تعالیٰ کا خوف دل میں لئے رکھے اور اس علم کے باوجود کہ اللہ تعالیٰ کی رحمت ہر چیز پر حاوی ہے، ہر جگہ پھیلی ہوئی ہے ڈرتا رہے کہ کہیں میرا کوئی عمل مجھے اس سے محروم نہ کر دے۔ جب ایسی حالت ہو گی تو پھر ایک مؤمن پر رحمتوں اور اللہ تعالیٰ کے فضلوں کی بارش بھی دوسروں سے بڑھ کر نازل ہوتی ہے۔"

(خطبہ 26/ جنوری 2007ء)

پھر دیکھیں! رحمۃٌ للعالمین کا اپنے صحابہؓ کو نصیحت کا انداز اور ان میں اللہ تعالیٰ کی صفَت رحمانیّت کا ادراک پیدا کرنے کا طریق۔ ایک حدیث میں آتا ہے۔ حضرت ابوہریرہؓ بیان کرتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں ایک شخص حاضر ہوا۔ اس کے ساتھ اس کا ایک چھوٹا بچہ تھا۔ وہ اُسے اپنے ساتھ چمٹانے لگا۔ اس پر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کیا تُو اس سے رحم کا سلوک کرتا ہے؟ اس نے جواب دیا جی حضورؐ! آپ نے فرمایا اللہ تجھ پر اس سے بھی زیادہ رحم کرنے والا ہے جتنا تو اس سے کرتا ہے اور وہ سب رحم کرنے والوں سے بڑھ کر رحم کرنے والا ہے۔

(الادب المفرد باب رحمۃ العیال حدیث نمبر 382 ایڈیشن 2003)

حضرت ابوہریرہؓ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تم میں سے کسی کو اس کا عمل نجات نہ دے گا۔ صحابہؓ نے پوچھا یا رسول اللہ! کیا آپؐ کو بھی نہیں؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ہاں مجھے بھی نہیں، سوائے اس کے کہ اللہ اپنی رحمت کے ذریعے مجھے ڈھانپ لے۔

(بخاری کتاب الرقاق باب القصد والمداومۃ علی العمل۔ حدیث نمبر 6463)

سامعین! اگر انسان دوسرے انسان پر رحم کرے گا تو اللہ تعالیٰ نے اس سے رحمت و مغفرت کا وعدہ کیا ہے۔ حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ رحم کرنے والوں پر رحمٰن رحم فرمائے گا۔ تم اہل زمین پر رحم کرو، آسمان والا تم پر رحم کرے گا۔

(سنن ابی داؤد حدیث نمبر 4941)

یعنی اس کائنات میں اگر ہم انسانوں پر رحم کریں گے تو وہ جو پوری کائنات کا مالک ہے اور آسمان میں ہے ہم پر رحم و کرم فرمائے گا، کیا ہی بہترین ذریعہ ہے اللہ کی رحمت کو پانے کا، لیکن پھر بھی بہت سارے لوگ شرک و بدعات کے ذریعہ اللہ کی رحمت کی توقع کرتے ہیں، جو کہ رحمت کے بجائے عذاب میں ملوّث ہونے کا ذریعہ ہے۔

آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کی مبارک زندگی میں عفو و درگزر، رحم و کرم، محبت و شفقت اور پیار ہی پیار نظر آتا ہے۔ آپؐ نے پوری زندگی کبھی کسی سے ذاتی انتقام نہیں لیا۔ کسی پر ہاتھ نہیں اٹھایا۔ کسی کو بُرا بھلا نہیں کہا۔ رحم و کرم کی اس سے بڑی مثال کیا ہو سکتی ہے کہ فتح مکّہ کے موقع پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان تمام دشمنوں کو معاف فرما دیا جنہوں نے چند ماہ نہیں متواتر 13 سال تک مکّہ میں آپؐ پر اور آپؐ کے صحابہ کرامؓ پر عرصۂ حیات تنگ کر رکھا۔ طرح طرح کی اذیّتیں اور تکلیفیں پہنچائی تھیں۔ ظلم و سِتم کے پہاڑ توڑے تھے اور آپؐ کو اپنا محبوب وطن چھوڑنے پر مجبور کر دیا تھا لیکن جب مکّہ فتح ہوتا ہے تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ہزاروں جانثار صحابہ کرامؓ کے جلو میں حمد باریٔ تعالیٰ کی نغمہ سرائی کرتے ہوئے سرزمینِ حرم میں داخل ہوتے ہیں۔ سب سے پہلے بیت اللہ شریف تشریف لاتے ہیں، دوگانہ نماز ادا کرتے ہیں، اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرتے ہیں، صحنِ حرم دشمنانِ اسلام سے بھرا ہوا ہے۔ وہ سراسیمہ اور خوفزدہ ہیں کہ آج ہمارے تمام اگلے پچھلے بُرے کرتوتوں کا حساب کتاب چکایا جائے گا کہ اچانک آواز بلند ہوتی ہے:

"اے قریش کے لوگو! تم سوچ رہے ہو کہ مَیں تمہارے ساتھ کیا معاملہ کرنے والا ہوں؟"

تمام لوگوں نے کہا: اے محمدؐ! تم سے ہم کو خیر اور بھلائی کی امید ہے اس لئے کہ تم ہمارے بہترین بھائی ہو اور ہمارے شریف بھائی کے فرزند ارجمند ہو۔

اس کے بعد نبی رحمت محسنِ انسانیت نے ارشاد فرمایا:

"آج تم لوگوں پر کوئی لعنت و ملامت نہیں، تم لوگ آزاد ہو۔"

سامعین! ہمیں انسانی ہمدردی اور رحم کی کئی مثالیں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی زندگی میں بھی نظر آتی ہیں جو ہمارے لیے ایک سبق ہیں کہ انسان سے رحم اور ہمدردی کا سلوک ہی ہمیں اللہ تعالیٰ کی صفت رحمان کا حقدار بنا سکتا ہے۔

حضرت یعقوب علی عرفانی صاحبؓ بیان فرماتے ہیں کہ

" ایک دفعہ بہت سی گنوار عورتیں اپنے بچوں کو دکھانے لے کر آئیں، اتنے میں اندر سے بھی چند خدمتگار عورتیں شربت شیرہ کے لئے برتن ہاتھوں میں لئے آنکلیں اور آپؑ کو دینی ضرورت کے لئے بڑا اہم مضمون لکھنا تھا اور جلد لکھنا تھا۔ مَیں بھی اتفاقاً جا نکلا۔ کیا دیکھتا ہوں کہ حضرت کمربستہ اور مستعد کھڑے ہیں جیسے یورپین اپنی

دنیاوی ڈیوٹی پر چست اور ہوشیار کھڑا ہوتا ہے اور پانچ چھ صندوق کھول رکھے ہیں اور چھوٹی چھوٹی شیشیوں اور بوتلوں میں سے کسی کو کچھ اور کسی کو کوئی عرق دے رہے ہیں۔ کوئی تین گھنٹے تک یہی بازار لگا رہا۔ اور ہسپتال جاری رہا۔ فراغت کے بعد مَیں نے عرض کیا کہ حضور! یہ تو بڑی زحمت کا کام ہے اور اس طرح بہت سا قیمتی وقت ضائع ہو جاتا ہے۔ اللہ! اللہ! کس نشاط اور طمانیت سے مجھے جواب دیتے ہیں کہ یہ بھی تو ویسا ہی دینی کام ہے۔ یہ مسکین لوگ ہیں کوئی ہسپتال نہیں، مَیں ان لوگوں کی خاطر ہر طرح کی انگریزی اور یونانی دوائیں منگوار کھا کرتا ہوں جو وقت پر کام آجاتی ہیں اور فرمایا یہ بڑا ثواب کا کام ہے۔ اب تین گھنٹے ان عورتوں کے لئے ضائع ہو گئے اور اس وقت ایک کتاب لکھ رہے تھے اور بڑی جلدی لکھنی تھی۔ اس کے باوجود اس کام کو چھوڑ دیا اور ان کی خدمت میں لگے رہے۔ فرماتے ہیں یہ بڑے ثواب کا کام ہے۔ مؤمن کو ان کاموں میں سست اور بے پرواہ نہ ہونا چاہئے۔ مَیں نے بچوں کا ذکر کیا ہے۔ عام خدمتگار عورتوں کی نسبت بھی آپؑ کا یہی رویّہ ہے۔ کئی کئی دفعہ ایک آتی ہے اور مطلوبہ چیز مانگتی ہے اور پھر اس چیز کو مانگتی ہے۔ ایک دفعہ بھی آپؑ نہیں فرماتے کہ کمبخت کیوں دِق کرتی ہے جو کچھ لینا ہے ایک ہی دفعہ کیوں نہیں لے لیتی۔ بارہا مَیں نے دیکھا کہ اپنے اور دوسرے بچے آپ کی چارپائی پر بیٹھے ہیں اور آپؑ کو مضطر کر کے پائنتی پر بٹھا دیا ہے اور آپؑ بچپنے کی بولی میں مینڈک، کوّے اور چڑیا کی کہانیاں سنا رہے ہیں اور گھنٹوں سنائے جا رہے ہیں اور حضرت ہیں کہ بڑے مزے سے سنے جا رہے ہیں۔ گویا بچے کہانیاں اپنی اپنی زبان میں سنا رہے ہیں اور حضرت سن رہے ہیں۔ گویا کہ مثنوی مُلّائے روم کوئی سنا رہا ہے۔ حضرت بچوں کو مارنے اور ڈانٹنے کے سخت مخالف ہیں۔ بچے کیسے ہی بسوریں، شوخی کریں، سوال میں تنگ کریں، بے جا سوال کریں اور ایک موہوم اور غیر موجود شے کے لئے حد سے زیادہ اصرار کریں آپؑ نہ تو کبھی مارتے ہیں، نہ جھڑکتے ہیں اور نہ کوئی خفگی کا نشان ظاہر کرتے ہیں۔"

(سیرت حضرت مسیح موعودؑ مصنفہ حضرت مولانا عبد الکریم سیالکوٹی صاحبؓ صفحہ 34،35)

حضرت مرزا بشیر احمد صاحبؓ بیان کرتے ہیں کہ ایک صاحب فقیر محمد صاحب بڑھئی تھے، انہوں نے بذریعہ تحریر مجھے بیان دیا کہ ہمارا زمینداری کا کام تھا۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی زمینوں پہ مزارع تھے۔ ایک دفعہ بارش بہت کم ہوئی، فصل خراب ہو گئی۔ دانے کھانے کے واسطے بھی بہت کم تھے۔ ادھر حضرت صاحب کے مختار حامد علی صاحب معاملہ لینے کے لئے آ گئے۔ سب آدمیوں نے مل کر عرض کی کہ دانے بہت کم ہیں معاملے کے واسطے اگر بیچ دیئے جائیں تو ہمارا کیا حال ہو گا۔ حامد علی صاحب نے جا کر، حضرت صاحب کی خدمت میں جا کر اسی طرح کہہ دیا۔ آپؑ نے فرمایا "اچھا اگلے سال معاملہ لے لینا اس وقت رحم کرو۔" چنانچہ اگلے سال اس قدر فصل ہوئی کہ دونوں معاملے ادا ہو گئے۔ آپ غرباء پر بہت رحم فرمایا کرتے تھے۔

(ماخوذ از سیرت المہدی جلد دوم حصّہ پنجم روایت نمبر 1293 صفحہ 192-193 جدید ایڈیشن)

آپؑ نے ایک قصہ بیان فرمایا کہ شدید سردی میں ایک مہمان کو چلتے چلتے رات نے آلیا اور وہ ایک درخت کے نیچے رات بسر کرنے کے لئے ٹھہرا۔ اس درخت کی ایک شاخ پر دو پرندوں کا گھونسلہ تھا۔ انہوں نے آپس میں مشورہ کیا اور پہلے اپنا گھونسلہ نیچے گرایا کہ مہمان اس کو جلا کر آگ تاپ سکے اور سردی سے بچ سکے۔ اس کے بعد دونوں نے یکے بعد دیگرے خود کو جلتی آگ میں گرایا تا مہمان انہیں کھا کر بھوک مٹا سکے اور اس طرح مہمان نوازی ہو سکے۔ یہ بھی اُسی رحم سے حصّہ ہے۔

آپ علیہ السلام میں صرف انسان ہی نہیں باقی مخلوق کے لئے بھی جذبہ رحم تھا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی سنّت پر عمل کرتے ہوئے اور اللہ تعالیٰ کی سب صفات کو اختیار کرنے کا سب سے بہترین نمونہ جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد قائم ہوا وہ آپؑ میں تھا۔

حضرت میاں بشیر احمد صاحبؓ لکھتے ہیں کہ ایک دفعہ میاں (یعنی حضرت خلیفۃ المسیح الثانی) دالان کے دروازے بند کر کے چڑیاں پکڑ رہے تھے کہ حضرت صاحب نے جمعہ کی نماز کے لئے باہر جاتے ہوئے ان کو دیکھ لیا اور فرمایا میاں گھر کی چڑیاں نہیں پکڑا کرتے۔ جس میں رحم نہیں اس میں ایمان نہیں۔

(سیرت المہدی جلد اوّل روایت نمبر 178 صفحہ 176 جدید ایڈیشن)

تو جہاں آپؑ نے اس چڑیا پر رحم فرمایا وہاں بچوں کو بھی نصیحت فرمادی کہ اگر اپنے ایمانوں کو قائم رکھنا ہے تو دل میں جذبہ رحم بھی پیدا کرو۔

سامعین! حضرت مسیح موعود علیہ السلام ایک دوسرے پر رحم اور شفقت کے سلوک کے بارے میں فرماتے ہیں کہ

"نوع انسان پر شفقت اور اس سے ہمدردی کرنا بہت بڑی عبادت ہے اور اللہ تعالیٰ کی رضا حاصل کرنے کے لیے یہ ایک زبردست ذریعہ ہے۔ مگر مَیں دیکھتا ہوں کہ اس پہلو میں بڑی کمزوری ظاہر کی جاتی ہے۔ دوسروں کو حقیر سمجھا جاتا ہے۔ ان پر ٹھٹھے کیے جاتے ہیں۔ ان کی خبر گیری کرنا اور کسی مصیبت اور مشکل میں مدد دینا تو بڑی بات ہے۔"

(ملفوظات جلد 4 صفحہ 438-439 ایڈیشن 2003ء)

پھر آپ فرماتے ہیں:

”پس مخلوق کی ہمدردی ایک ایسی شئے ہے کہ اگر انسان اُسے چھوڑ دے اور اس سے دور ہوتا جاوے تو رفتہ رفتہ پھر وہ درندہ ہو جاتا ہے۔ انسان کی انسانیت کا یہی تقاضا ہے اور وہ اسی وقت تک انسان ہے جبتک اپنے دوسرے بھائی کے ساتھ مروّت، سلوک اور احسان سے کام لیتا ہے اور اس میں کسی قسم کی تفریق نہیں ہے۔“

(ملفوظات جلد 4 صفحہ 216-217 ایڈیشن 2003ء)

ہمیں چاہیے کہ ہم اپنے گھروں، خاندانوں اور معاشرے میں رحم و شفقت کو فروغ دیں۔ کسی کی مجبوری کا مذاق نہ اڑائیں، کسی کی تکلیف کو معمولی نہ سمجھیں اور دوسروں کے ساتھ ایسا سلوک کریں جس کی ہم اپنے لیے توقع رکھتے ہیں۔ جب ہم دوسروں کے لیے آسانی پیدا کرتے ہیں، ان کی تکلیف کم کرتے ہیں اور ان کے ساتھ نرمی سے پیش آتے ہیں تو ہم اپنی زندگی میں رحم و شفقت کی اس نعمت کو عملی طور پر ظاہر کرتے ہیں جو اللہ تعالیٰ نے اپنی مخلوق کو عطا فرمائی ہے۔

حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

” حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں کہ مَیں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو جو صادق و مصدوق ابوالقاسم اور جھونپڑی والے ہیں، یہ فرماتے ہوئے سنا کہ رحمت تو صرف بدبخت سے ہی چھینی جاتی ہے۔ (مسند احمد بن حنبل جلد 3 مسند ابی ھریرۃ حدیث نمبر 7988۔ ایڈیشن 1998ء عالم الکتب۔ بیروت)

اس حدیث میں جہاں یہ ذکر ہے کہ رحمت بدبخت سے چھینی جاتی ہے وہاں اس انذار کے ساتھ ساتھ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اللہ تعالیٰ کی ایک وسیع رحمت کی بشارت بھی دی ہے کہ جو اللہ تعالیٰ کی حدود سے تجاوز کرنے والے نہیں ہیں، وہ پھر اللہ تعالیٰ کی رحمت سے محروم نہیں رہتے۔ بلکہ محرومی ان کے لئے ہی ہے اور وہی اس محرومی کا مورد بنتے ہیں جو ان حدود سے تجاوز کرنے والے ہیں۔ تو ایک مؤمن کی یہی خواہش ہونی چاہئے اور یہی کوشش ہونی چاہئے کہ اللہ تعالیٰ کی صفت رحمانیّت سے حصّہ لے اور باقی صفات سے بھی تا کہ اللہ تعالیٰ کے انعامات کا زیادہ سے زیادہ وارث بنے۔“

(خطبہ جمعہ 26/ جنوری 2007ء)

(کمپوزڈ: مسز عائشہ چوہدری۔ جرمنی)